

رسالت محمدیؐ پر ایمان _____ مدارِ نجات

☆ جناب حافظ صلاح الدین یوسف

یہ عنوان، اپنے مفہوم کے اعتبار سے واضح ہے کہ نبی عربی محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے بغیر اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کو اختیار کیے بغیر بنی نوع انسان کی نجات ممکن نہیں اور عنوان منتخب کرنے والوں کے ذہنوں میں تو شاید اس نجات سے صرف اخروی نجات ہی مراد ہو۔ لیکن حقیقت میں دنیا کی تلخیوں اور مشکلات سے نجات بھی دامن رسالت محمدیہ سے وابستہ ہونے ہی میں ہے۔ یعنی آپ کی رسالت پر ایمان رکھنے والے ہی آخرت میں فوز و فلاح سے ہمکنار ہوں گے۔ قرآن کریم نے اسی اخروی سعادت کو ﴿وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (۱) سے اور ان اہل ایمان و اہل سعادت کو ﴿وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (۲) سے تعبیر کیا ہے۔ اور دنیوی زندگی میں بھی خوش بختی و کامرانی، امن و سکون اور عافیت و بھلائی انہی لوگوں کے حصے میں آئے گی جو شریعت محمدیہ کے صحیح پیروکار اور دین اسلام کو مکمل طور پر اپنانے والے ہوں گے۔

اور یہ دعویٰ محض عقیدت و محبت کی بنیاد پر نہیں ہے، صرف ایک مسلمان ہونے کے ناتے سے نہیں ہے اور کسی خوش فہمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد واضح حقائق اور ٹھوس دلائل ہیں، عقل و منطق کی میزان ہے اور تاریخ و واقعات کی کسوٹی ہے۔

آئیے، دلائل کی بنیاد پر اس دعویٰ کا تجزیہ کیجیے، عقل و منطق کے تقاضوں پر اس کو پرکھیے اور تاریخ کے معیار سے اس کے غلط یا صحیح ہونے کا فیصلہ کیجیے۔ ذرا اس دعوے کے دلائل اور حقائق ملاحظہ فرمائیے:

☆ ایڈیٹر ماہنامہ ”الاختصاص“، لاہور

سب سے پہلی اور بنیادی چیز قرآن کریم کی صداقت اور اس کا منزل من اللہ ہونا ہے۔
قرآن کریم نے تو اپنی بابت دعویٰ کیا ہے کہ وہ اللہ کا نازل کردہ کلام ہے ﴿و انہ لتنزیل رب العالمین﴾ (۳) ﴿ذلک الکتاب لا ریب فیہ﴾ (۴) یہ وہ کتاب ہے جس کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس کی صداقت کو پرکھنے کے لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین﴾ (۵)

”اگر تم ہمارے بندے پر نازل شدہ قرآن کے بارے میں شک میں مبتلا ہو، تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنالاء، اور اللہ کے سوا تمہارے جتنے حمایتی ہیں، ان سب کو بلا لو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو“

دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ام یقولون افتراءہ، قل فأتوا بسورة من مثله وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین﴾ (۶)

”کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن وہ خود گھڑ لایا ہے؟ (اگر یہ سچ ہے) تو اس جیسی کوئی ایک سورت بنالاء اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکتے ہو، بلا لو اگر تم سچے ہو“
اس کے ساتھ ساتھ قرآن نے یہ چیلنج بھی دیا:

﴿قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضهم لبعض ظہیراً﴾ (۷) ”کہہ دیجیے! اگر سارے انس و جن اس قرآن کی مثل بنالانے کے لیے جمع ہو جائیں، تب بھی وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں“

۴ صدیاں گزر جانے کے باوجود، قرآن کریم کا یہ چیلنج تشنہ جواب ہے، بڑے بڑے فصحاء وبلغاء، ادباء و شعراء قرآن کریم کی نظیر بنانے سے قاصر رہے اور قاصر ہیں اور قاصر رہیں گے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں، انسانی فکر و کاوش کا اس میں دخل نہیں بلکہ یہ واقعی کلام الہی

ہے جو جبریل امین کے ذریعے سے پیغمبر اسلام کے قلب اطہر پر نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے میں اسے محفوظ کر دیا۔ ﴿نزل به الروح الامين على قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربي مبين﴾ (۸) ”اے روح الامین لے کر نازل ہوئے، آپ کے دل پر، تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں، واضح عربی زبان میں“

﴿لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه و قرآنه فاذا قرآنه فاتبع قرآنه﴾ ثم ان علينا بيانه ﴿(۹) ”آپ اس قرآن کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، اس کا آپ کے سینے میں جمع کر دینا اور اس کا پڑھ دینا ہمارے ذمے ہے۔ پس جب ہم اسے پڑھ لیں تو آپ اس پڑھنے کی پیروی کریں، پھر اس کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے“

جب اس قرآن مجید کا کلام الہی ہونا تحقیق اور ثابت ہو گیا، تو اس کا ماننا بھی لازم اور ضروری ہو گیا۔

دوسری حقیقت قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی کہ اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہی لیا ہے۔ فرمایا ﴿انا نحن نزلنا الذكر و انا له لحفظون﴾ (۱۰) ”اس ذکر کے نازل کرنے والے ہم ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔“ یعنی اس کو دست برد زمانہ سے بچانا اور لفظی تحریف و تغیر سے محفوظ رکھنا بھی ہمارا کام ہے۔ چنانچہ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ قرآن کریم جس طرح اتر اٹھا، آج تک اسی طرح محفوظ ہے، اس میں کوئی کسی قسم کا تغیر کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ علاوہ ازیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے ”الذکر“ (نصیحت) یاد دہانی سے تعبیر فرمایا، جس کی بابت دوسرے مقام پر فرمایا ﴿و انزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم و لعلهم يتفكرون﴾ (۱۱) ”اے پیغمبر یہ ذکر ہم نے آپ کی طرف نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے ان چیزوں کو وضاحت سے بیان کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔“

اور اس ذکر (نصیحت اور یاد دہانی) کی تبيين و تشریح کی بابت بھی اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی بخاری ہی سکھلائی اور بتلائی ہوئی ہے ﴿ثم ان علينا بيانه﴾ (۱۲) ”اور اس کا بیان بھی ہمارے

ذمے ہے“

جب یہ قرآن مجید اور اس کا بیان (تشریح و توضیح نبوی) دونوں منجانب اللہ ہیں تو دونوں ہی کی حفاظت اللہ کے ذمے ہوئی۔ اور یہ بیان کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تابندہ نقوش اور آپ کے فرمودات گرامی ہیں جن میں آپ نے اپنے قول یا عمل کے ذریعے سے قرآن مجید کے جملات کی تفصیل، اس کے عومات کی تخصیص اور اس کے اطلاقات کی تہید فرمائی ہے۔ اسی تبیین رسول کو حدیث کہا جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کے متن کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی تشریح، حدیث رسول، کی بھی اس طرح حفاظت فرمائی کہ تنگوبنی طور پر محدثین کرام اور نقادان حدیث کا ایسا عظیم گروہ پیدا فرمایا، جس نے نہایت محنت اور جانکاہی سے ذخیرہ احادیث کو نہ صرف جمع کیا، بلکہ اس کو جانچنے اور پرکھنے کے ایسے اصول و قواعد وضع کئے، جن میں فن اسماء الرجال اور مصطلحات حدیث، سرفہرست ہیں، کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس محیر العقول فن اور محنت نے مل کر حدیث کی حفاظت کا اہم فریضہ اس طرح انجام دیا کہ اس مشیت الہی کے ٹکوبنی انتظام کے علاوہ کسی اور نام سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

بہر حال یہ موضوع الگ اور بہت تفصیل طلب ہے، یہاں اس کی طرف اشارہ کرنے سے مقصود صرف اس پہلو کی وضاحت کرنا ہے کہ قرآن مجید اور اس کی نبوی تشریح و توضیح ان دونوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حدیث رسول کے بغیر قرآن کو سمجھا ہی نہیں جاسکتا اور جب سمجھا ہی نہیں جاسکتا تو اس پر عمل کیسے کیا جاسکتا ہے؟

اب اس پر غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کی حفاظت کس لیے فرمائی ہے؟ محض اس لیے کہ تمام انسان ان میں بیان کردہ باتوں کو تسلیم کریں، ان میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ کریں اور جب یہ بات ثابت ہے کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی ہے تو عقل و منطق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان قرآن و حدیث پر ایمان لائیں اور ان سے انحراف نہ کریں۔

اور جب یہ واقعہ ہے تو اس کی روشنی میں پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی حیثیت اور آپ کی شان واضح اور متعین ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آپ کی رسالت و نبوت، سابقہ تمام انبیاء و رسل کے مقابلے میں ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔

۱۔ پچھلے تمام انبیاء ایک محدود علاقے یا مخصوص قوم کے لیے مبعوث ہوتے رہے، اسی لیے ان کی مخاطب صرف ان کی قوم ہی ہوتی تھی۔

۲۔ ان کا زمانہ نبوت بھی محدود ہوتا تھا، کچھ عرصہ گزر جانے پر ایک نیا نبی اور نیا رسول آ جاتا تھا۔

۳۔ جب ان کے مخاطبین بھی مخصوص ہوتے تھے اور ان کا عرصہ نبوت بھی محدود، تو ان کو جو شریعت ملتی تھی، اس کی تعلیمات میں بھی وسعت و عالم گیریت کی بجائے محدودیت ہوتی تھی۔

ان کے مقابلے میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت شان عطا فرمائی کہ آپ کو کسی مخصوص علاقے یا قوم کے لیے نبی نہیں بنایا، بلکہ آپ کو تمام انسانوں کا ہادی اور رہنما بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ (۱۳)

”ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔“

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ (۱۴)

”بارکرت ہے وہ ذات جس نے فرقان اپنے بندے پر نازل کی تاکہ وہ جہانوں کو ڈرانے والا ہو۔“ اپنے پیغمبر کی زبان مبارک سے کہلوایا:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (۱۵)

اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

”كَانَ النَّبِيُّ يَبْعَثُ إِلَىٰ قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبَعَثَ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً“ (۱۶)

”پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں“

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں

”کان کل نبی یبعث الی قومہ خاصۃ و یبعث الی کل احمر و اسود“ (۱۷)
 ”ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے ہر احمر و اسود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے“

آپ کا دوسرا شرف و امتیاز یہ ہے کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ فرما دیا گیا ہے، یعنی جس طرح آپ کی بعثت خاصہ نہیں، بلکہ بعثت عامہ ہے، اسی طرح آپ کی نبوت کا عرصہ بھی محدود نہیں، بلکہ قیامت تک ہے۔ اور یہ آپ کی بعثت عامہ کا لازمی تقاضا ہے۔ قرآن مجید میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (۱۸)
 ”محمد (ﷺ) تمہارے مردوں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں“

خاتم، مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل ہی ہوتا ہے یعنی آپ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ فرما دیا گیا ہے، آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نبی نہیں، دجال و کذاب ہوگا، احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر پوری امت مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے۔

جھوٹی نبوتوں پر ایمان رکھنے والے خاتم النبیین کی بھی ایسی دوراز کار تاویل کر کے اسی لفظ سے، جو ختم نبوت پر نص قاطع ہے، سلسلہ نبوت کے جاری رہنے کا بزعم خویش اثبات کرتے ہیں۔ ان کی یہ تاویل ایسی ہی ہے جس کے متعلق علامہ اقبال نے کہا:

و لے تاویل شان در حیرت انداخت خدا و جبریل و مصطفیٰ را (۱۹)

ان کی یہ رکیک اور بے معنی تاویل حدیث رسول سے بھی باطل قرار پاتی ہے۔ نبی ﷺ نے

اپنے فرمان میں خاتم النبیین کے معنی واضح فرمادیے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

”و انه سيكون في امتي ثلاثون كذابون كلهم يزعم انه نبي و انا

خاتم النبیین ، لاني بعدی“ (۲۰)

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا:

”ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی ، کمثل رجل بنی بیتا فاحشة و اجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به و يعجبون له و يقولون ، هلا وضعت هذه اللبنة ؟ قال فاننا اللبنة و انا خاتم النبیین“ (۲۱)

آپ کا تیسرا شرف و امتیاز یہ بھی ہے اور یہ آپ پر ختم نبوت کا لازمی تقاضا بھی ہے کہ آپ پر دین اسلام کی تکمیل فرمادی گئی، اور اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا

﴿اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم

الاسلام ديناً﴾ (۲۲)

”اور آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور

میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا“

اور یہ ایک واضح اور منطقی بات ہے کہ جب آپ کی نبوت کسی مخصوص قوم یا مخصوص علاقے کے لیے نہیں، بلکہ پورے بنی نوع انسان کے لیے ہے، علاوہ از میں آپ نبوت کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی ہیں، آپ کے بعد کسی اور نبی نے بھی نہیں آنا تھا، تو آپ کو دین بھی وہ عطا کیا جاتا جو ہر لحاظ سے مکمل ہوتا جس میں عالم گیریت کی شان بھی ہوتی اور ابدیت کی خوبی بھی۔ الحمد للہ اسلام میں یہ شان اور خوبی ہے۔ اس میں تمام انسانوں کی ہدایت کا سامان ہے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی علاقے میں آباد ہوں۔ اور اس کے اصول بھی ابدی اور ناقابل تغیر ہیں لیکن وہ احوال و حوادث کے تغیرات کے باوجود قابل عمل ہیں، ان میں تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ آج بہت سے لوگ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ سائنس نے بڑی ترقی کر لی، حالات و ظروف میں بڑی تبدیلیاں آ گئی ہیں، اس لیے اسلامی تہذیب و اقدار

کے مقابلے میں مغربی تہذیب و اقدار کو اپنائے بغیر چارہ نہیں یہ ان کی بہت بڑی بھول اور بہت بڑا مغالطہ ہے، حالانکہ تہذیبی اقدار اور تمدنی روایت ایک الگ چیز ہے اور سائنسی ترقی اور تمدنی سہولتوں میں اضافہ، الگ چیز۔ اس سائنسی ترقی اور تمدنی سہولتوں میں اضافے کا تعلق علم و فن اور محنت و جدوجہد سے ہے، اس کا اسلام کے کسی بھی اصول اور ضابطے سے ٹکراؤ نہیں ہے، بلکہ اس کی حوصلہ افزائی اور تائید ہی ہے۔ ہم اپنی اسلامی تہذیب و اقدار پر قائم رہتے ہوئے اور مغرب کی حیا باخستہ تہذیب سے دامن کشاں رہ کر، اگر ترقی کرنا چاہیں تو اسی طرح ترقی کر سکتے ہیں جس طرح مغرب نے کی ہے اور مسلسل کر رہا ہے۔ ہماری تہذیب روایات و اقدار قطعاً اس میں رکاوٹ نہیں ہیں اور نہ اس میں ہمیں مغربی تہذیب کی نقالی ہی کی کوئی ضرورت ہے، کیونکہ اس حیا باختگی کا کوئی تعلق علم و فن، امانت و دیانت اور محنت و کاوش سے نہیں ہے، جب کہ سائنسی اور مادی ترقی کے لیے انہی خوبیوں کی ضرورت ہے نہ کہ حیا باخستہ تہذیب کو اپنانے کی۔

علامہ اقبالؒ، جنہوں نے خود مغرب میں رہ کر ہر چیز کا مشاہدہ کیا تھا، وہ یورپ کی ترقی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوت مغرب نہ از چنگ و رباب	نے ز رقص دختران بے حجاب
نے ز ساحران لالہ روست	نے ز عریاں ساق و نر از قطع موس
محکمی او نہ از لادینی است	نے فروغش از خط لاطینی است
قوت افرنگ از علم و فن است	از ہمیں آتش چراغش روشن است
حکمت از قطع و برید جامہ نیست	مانع علم و ہنر عماہ نیست (۲۳)

بہر حال میرا موضوع اس وقت یہ نہیں ہے، یہ تو ضمناً مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات کے طور پر نوک زبان پر آ گئی ہے۔ بات یہ ہو رہی تھی کہ جب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ شرف و امتیاز، یہ شان اور فضیلت عطا کی گئی کہ آپ کو تمام انسانوں کا ہادی و رہنما بنایا گیا، آپ ہی کی نبوت کو قیامت تک باقی رکھا گیا اور آپ کی تعلیمات میں عالم گیریت اور ابدیت یعنی کاملیت کو سمودیا

گیا ہے، تو یہ سارا اہتمام اسی بات کو واضح کرتا ہے کہ قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لیے نجات کا کوئی راستہ ہے تو وہ وہی راستہ ہے جسے آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا، اسی دین میں نجات ہے جو قرآن و حدیث میں محفوظ ہے اور نبی تعلیمات کے اپنانے میں ہے جن کے مجموعے کا نام دین اسلام اور اسوۂ حسنہ ہے۔

عقل و منطق کا تقاضا بھی یہی ہے اور خالق کائنات کا اعلان بھی یہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں فرمایا

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ (۲۴)

”میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا“

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (۲۵)

”جو اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا، وہ ہرگز مقبول نہیں ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا“

اور نبی آخر الزمان ﷺ نے بھی فرمایا:

”وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٍّ وَلَا

نَصْرَانِيٍّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ“ (۲۶)

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، میری امت میں سے جس نے بھی میرا نام سنا، وہ یہودی ہو یا نصرانی، پھر وہ میری رسالت پر ایمان لائے بغیر ہی مر گیا تو وہ جہنمیوں میں سے ہوگا“

اس حدیث میں امت سے مراد، امت دعوت ہے، یعنی قیامت تک آنے والے انسان۔ کیونکہ آپ تمام انسانوں کے لیے نبی ہیں، اس لیے تمام انسان آپ کی امت ہیں۔ لیکن کون سی امت؟ امت دعوت، یعنی آپ کی دعوت کی مخاطب امت۔ اور یہ قیامت تک آنے والے انسان ہیں،

چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب، نظریہ اور ازم سے ہو۔ یہودی اور عیسائی کا نام تو مثال کے طور پر ہے، ورنہ مراد ہر غیر مسلم ہے۔ علاوہ ازیں یہودی اور نصرانی کا نام لینے میں یہ عظیم حکمت ہے کہ جب یہودی اور نصرانی کہلانے والوں کی نجات بھی رسالت محمدیہ کے تسلیم کر لینے ہی میں ہے تو دوسرے کب مستثنیٰ ہوں گے۔ حالانکہ یہ دونوں آسمانی مذاہب کے ماننے والے اور آسمانی کتابوں کے حامل ہیں، اسی لیے قرآن کریم میں انہیں اہل الکتاب کہا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا اور آپ کی رسالت کو تسلیم نہیں کریں گے، تو ان کی بھی نجات ممکن نہیں، کیونکہ نزول قرآن کے بعد، پچھلی تمام کتب سماویہ منسوخ ہو گئیں اور نبی ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد سب نبیوں کی نبوتیں ختم ہو گئیں۔ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا:

”وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَأَ لَكُمْ مُوسَىٰ فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي

لَضَلَلْتُمْ عَنْ سِوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَادْرَكَ نَبِيَّتِي لَا تَبْعَنِي“ (۲۷)

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر موسیٰ تمہارے لیے ظاہر ہو جائیں اور تم ان کی پیروی شروع کر دو اور مجھے چھوڑ دو تو تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت پالیتے، تو ان کے لیے بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہیں ہوتا“

پھر رسالت محمدیہ پر ایمان صرف اخروی نجات ہی کے لیے ضروری نہیں، بلکہ دنیوی خوشحالی کا حصول بھی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کی سب سے بڑی دلیل مغرب اور یورپ کا ترقی یافتہ معاشرہ ہے۔ یہ ممالک سائنسی اور مادی ترقی میں بامعروف پر پہنچے ہوئے ہیں، وہاں مال و دولت کی فراوانی اور تمدنی سہولتوں کی خوب ارزانی ہے، لیکن وہاں کا انسان حقیقی امن و سکون سے عاری ہے، روح کی سیرابی سے وہ محروم ہے۔ اس تشنگی اور محرومی ایمان نے اسے حیوان اور درندہ صفت بنا دیا ہے۔ چنانچہ امریکہ جیسے انتہائی ترقی یافتہ ملک میں ایک مرتبہ بجلی چلے جانے سے جو قیامت وہاں برپا ہوئی تھی اور جو لوٹ مار مچی تھی، باخبر حلقوں سے وہ مخفی نہیں اور اسی امر کی قیادت میں عالمی اتحاد نے افغانستان میں جس چنگیزیت کا مظاہرہ کیا ہے وہ تو ابھی کل کی بات بلکہ ہم ہی پر ہتی ہوئی نہایت الم ناک داستان ہے۔

بقول علامہ اقبال:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کرنے کا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا لیا آج تک فیصلہ نفع و ضرر کرنے کا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا زندگی کی شب تاریک سحر کرنے کا

اور اس کی وجہ بھی علامہ مرحوم نے بیان فرمائی ہے

وہ قوم کہ فیضانِ ساوی سے ہو محروم حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

ہمارے ایک اور اسلامی شاعر، ماہر القادری مرحوم نے بھی کہا

یہ ایجادت کی دھن، بے یقینی کی فراوانی مبارک؟ اہل مغرب کو نگاہ و دل کی ویرانی
خشیت کی جھلک جن میں نہ ایمان کی چمک جن میں تو ایسی کوششوں کا صرف حاصل ہے پشیمانی
یہ قزاقی، یہ سفاکی، یہ صیادی، یہ جلادی اسی کا نام رکھ چھوڑا ہے آئین جہاں بانی
وہ شبنم، آہ جس کے آگ کے شعلے نگہاں ہوں وہ گلہ ہائے جس کی بھیڑیے کرتے ہوں چوپانی
تباہی نسل انسانی کی اب دیکھی نہیں جاتی ضرورت ہے کہ پھر سے عام ہوں افکار قرآنی
اس تہذیب کی شیشہ گری کو ختم کرنا ہے کہ جس تہذیب میں ہو ”آرٹ“ کی معراجِ عربیانی
بجھا دو! ہاں بجھا دو ہر چراغِ محفلِ عشرت الٹ دو! ہاں الٹ! دو ہر بساطِ عیش سامانی

اس کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ مسلمان ممالک بھی چونکہ اپنے مذہب اسلام کو نافذ نہیں کر رہے ہیں اور ان میں بھی مغربی قوانین یا ان کا چر بہ ہی نافذ ہے، اس لیے وہاں بھی بد امنی اور قتل و غارت گری عام ہے، جس کا ایک بدترین نمونہ ہمارا ملک پاکستان بھی ہے۔ اسلامی ممالک میں صرف سعودی عرب ہے جہاں اسلام کی حدود نافذ ہیں اور اسلام کی کچھ حکمرانی قائم ہے۔ تو وہاں کا معاشرہ امن و سکون کے اعتبار سے پوری دنیا میں ایک مثالی اور نہایت قابلِ رشک معاشرہ ہے۔ اس کی ایک دوسری مثال افغانستان میں طالبان کا پانچ سالہ دورِ حکومت ہے جس میں غربت و ناداری کے باوجود، محض اسلامی حدود کے نفاذ کی برکت سے، مثالی امن قائم رہا۔ اب افغانستان میں پھر وحشت

و بربریت کا کاراج ہے۔

اسلامی ممالک کی یہ صورت حال بھی اس بات کے اثبات کے لیے کافی ہے کہ اخروی نجات ہی نہیں، بلکہ دنیوی سعادت کا مدار بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے نظام کے اپنانے ہی میں ہے، جن اسلامی ممالک نے انہیں اپنایا ہے وہ پر امن معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہیں اور جو محض سیرت کا نفر نسیں منعقد کرنے کی حد تک ہی اسلام کو ماننے اور باقی ہر وقت منافقانہ بلکہ باغیانہ طرز عمل اختیار کیے رکھتے ہیں، وہ ہر لحاظ سے ناکام ہیں، وہ سیاسی ابتری کا بھی شکار ہیں اور معاشی بد حالی کا بھی، وہ بد انتظامی و بد اخلاقی میں بھی مبتلا ہیں اور بد امنی و بے سکونی میں بھی، ذلت و ادبار ان کا مقدر بنا ہوا ہے اور دریوزہ گری ان کا شعار ہے۔

حالانکہ نبی ﷺ کو جو مقام و فضیلت اور مرتبت و شان عطا کی گئی ہے، اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ امت مسلمہ علمی دلائل سے بھی دنیائے انسانیت کو اسلام کی حقانیت و صداقت سے قائل کرتی اور اپنے عمل سے بھی اسلام کا سچا نمونہ پیش کر کے ہر شعبہ زندگی میں اسلامی تعلیمات کی برتری اور اسی میں انسانیت کی نجات کے انحصار کو ثابت کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کا مقام و منصب بھی یہی متعین کیا تھا۔ ﴿و کذلک جعلکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس﴾ (۲۹)

اور ﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تؤمنون باللہ﴾ (۳۰)

اس میں اسی مقام و منصب اور اس کے تقاضوں کا بیان و تذکرہ ہے۔ مگر افسوس مرثدہ باداے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے۔۔۔ والی بات ہے، ہماری غفلت، بے عملی و بد عملی اور زبوں حالی کا وہی حال ہے جو آج سے تقریباً ایک صدی قبل مولانا حالی نے بیان کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے بھنور میں جہاز آ کے جس کا گھرا ہے
کنارہ ہے دور اور طوفاں پیلا ہے گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے

نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی
پڑے سوتے ہیں، بے خبر اہل کشتی

گھٹا سر پر ادبار کی چھارہ ہی ہے فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے چپ و راست سے یہ صدا آرہی ہے

کہ کون تھے، آج کیا ہو گئے تم
ابھی جا گتے تھے ابھی سو گئے تم

پر اس قوم غافل کی غفلت وہی ہے تنزل پہ اپنے قناعت وہی ہے
ملے خاک میں پر رعونت وہی ہے ہوئی صبح اور خواب راحت وہی ہے

نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ

بہر حال ضرورت ہے کہ مسلمان اپنا مقام و منصب بھی سمجھیں اور اس ذمے داری کو بھی، جو
اس مقام کا لازمی تقاضا ہے۔ بقول علامہ اقبال:

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا، شجاعت کا لیا جائے گا تجھ سے کام قوموں کی امامت کا
علامہ اقبال مزید فرماتے ہیں:

ناموسِ ازل را تو امینی تو امینی دارائے جہاں را تو یساری تو یسینی
اے بندۂ خاکی تو زمانی تو زمینی صہبائے یقین درکش واز دیرگماں خیز
از خوابِ گراں، خوابِ گراں، خوابِ گراں خیز
از خوابِ گراں خیز

فریاد از فرنگ و دل آویزیِ افرنک فریاد از شیرنی و پرویزیِ افرنک
عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزیِ افرنک معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز
از خواب گراں خیز

☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی

- ۱- التوبہ/۱۱۱
- ۲- البقرہ/۵
- ۳- الشعراء/۱۹۲
- ۴- البقرہ/۲
- ۵- البقرہ/۵
- ۶- یونس/۳۱
- ۷- بنی اسرائیل/۸۸
- ۸- الشعراء/۱۹۳-۱۹۵
- ۹- القیامۃ/۱۶-۱۹
- ۱۰- الحجر/۹
- ۱۱- النحل/۴۴
- ۱۲- القیامۃ/۱۹
- ۱۳- الباء/۲۸
- ۱۴- الفرقان/۱
- ۱۵- الاعراف/۱۵۸
- ۱۶- بخاری، محمد اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب التیمم، حدیث ۳۳۵

- ۱۷- مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب المساجد، حدیث ۵۲۱
- ۱۸- الاحزاب ۴۰
- ۱۹- ارمغان حجاز
- ۲۰- ترمذی، کتاب الفتن، باب ۴۳، حدیث ۲۲۱۹
- ۲۱- بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، حدیث ۳۵۳۵
- ۲۲- المائدة ۳
- ۲۳- جاوید نامہ
- ۲۴- المائدة ۳
- ۲۵- آل عمران ۸۵
- ۲۶- مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث ۱۵۳
- ۲۷- امام دارمی، السنن الدارمی، باب الاعتصام، حدیث ۱۹۴، مشکوٰۃ، باب الاعتصام، حدیث ۱۹۴
- ۲۸- ضرب کلیم
- ۲۹- البقرة ۱۴۳
- ۳۰- آل عمران ۱۱۰
- ۳۱- پیام مشرق